"سیّدالشعراء"

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ

ظہور احمد اظہر

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کی خدمت میں سیف و قلم کے شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ وہ دیگر اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں کئی لحاظ سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ وہ شاعرِ دربارِ نبوت تھے۔ اور اس حیثیت سے انہوں نے اسلام اور رسول اکرمؐ کے دفاع کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ جس کے صلے میں اُنہیں دربارِ رسالت سے دعا کے ساتھ "سیدالشعراء" کا خطاب عطا ہوا تھا۔[1]

حضرت ابن رواحہ مادری اور پدری دونوں نسبتوں سے "خزرجی" تھے۔ کتب تاریخ اور تراجم کے مطابق ان کا سلسلۂ نسب یوں ہے: ابو محمد عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرئ القیس بن عمرو بن امرئ القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج۔[2] گویا ان کا سلسلۂ نسب گیارہ پشتوں سے ان کے جدِ اعلیٰ یا بانی قبیلہ الخزرج سے جا ملتا ہے۔ ان کے سوتیلے بھائی حضرت ابوالدرداءؓ اور ان کے بھانجے حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔[3] ابن حجر عسقلانی اور حافظ ذہبی نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن رواحہ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ اس لئے ان کی نسل آگے نہیں چلی۔[4]

بیعت عقبہ اولیٰ میں انصار کے بارہ افراد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضرت

۱۔ طبقات الشعراء، ص ۱۸۸، شرح شواہد المغنی۔ ص ۲۸۸۔

۲۔ جمہرۃ انساب العرب، ص ۳۶۳، الاصابہ ۲: ۲۹۸، الآمدی ص ۱۸۴، سیر اعلام النبلاء ۱: ۱۶۶۔

۳۔ الاصابہ ۲: ۲۹۸، سیر اعلام النبلاء ۱: ۱۶۶۔ ۴۔ حوالہ سابق۔

مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن اور تبلیغ اسلام کے لئے آپؐ نے ان کے ساتھ بھیج دیا۔ آئندہ سال وہ جب حج کے لئے واپس آئے تو ان کے ساتھ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد مدینہ سے مکہ آئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس مرتبہ بیعت کرنے والوں کی تعداد ستر تھی۔ جن میں حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ بھی تھے۔ ۵

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو انصار میں سے جن لوگوں نے آگے بڑھ کر آپؐ کا استقبال کیا اور اپنے ہاں فروکش ہونے کی درخواست کی ان میں حضرت ابن رواحہ بھی شامل تھے۔ پھر جب بدر کے مقام پر مشرکین اور اہل اسلام کے درمیان پہلا تاریخی معرکہ ہوا تو سب سے پہلے مقابلے میں آنے والوں میں حضرت ابن رواحہؓ شامل تھے اور انہوں نے ہی آنحضرتؐ کے حکم سے اہل مدینہ کو فتحِ اسلام کی خوش خبری سنائی تھی۔ ۶

سنہ چھ ہجری کے آخر میں حدیبیہ کے مقام پر جب بیعت الرضوان ہوئی اور اہل مکہ کے ساتھ معاہدہ صلح طے پایا تو اس وقت بھی حضرت ابن رواحہ آنحضرتؐ کے شریکِ سفر تھے۔ ۷ اسی معاہدہ کی رو سے مسلمانوں کو آئندہ سال عمرۃ القضاء کی اجازت ملی۔ اس موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ میں داخل ہوئے تو ابن رواحہ نے آپ کی سواری کی مہار پکڑ رکھی تھی اور آگے آگے یہ رجز پڑھتے جاتے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ   خلوا فکل الخیر فی رسولہ

ترجمہ: اے ابنائے کفار! اللہ کے رسول کا راستہ چھوڑ دو! آپ کے راستے سے ہٹ جاؤ کیوں کہ خیر و برکت ساری کی ساری اللہ کے رسول میں ہے۔

حضرت عمرؓ نے جب انہیں یہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا تو کہنے لگے: اے ابن رواحہ!

۵۔ سیرت ابن ہشام ۲ : ۷۳ تا ۸۳۔

۶۔ حوالہ سابق۔ ص ۱۴۰۔ طبقات ابن سعد ۳ : ۷۹۔

۷۔ سیرت ابن ہشام ۲ : ۲۷۷، ۲۹۶۔

۸۔ سیرت ابن ہشام ۳ : ۳۷۱، الاصابہ ۲ : ۲۹۸۔

اللہ کے حرم میں اور رسول کی موجودگی میں تم شعر پڑھتے ہو؟ مگر آنحضرتؐ نے انہیں جسزیہ اشعار جاری رکھنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا، عمرؓ! اسے بھی دو! خدا کی قسم عبداللہ بن رواحہ کے اشعار کفار کے لئے تیروں کی چبھن سے بھی زیادہ اذیت ناک اور درد انگیز ہیں۔[9]

عمرۃ القضاء سے واپسی پر آپؐ نے ابن رواحہ کو خیبر کے یہودیوں سے خراج وصول کرنے پر مامور فرمایا اور حکم دیا کہ خود اندازہ لگا کر خراج کی مقدار متعین کر لینا۔ یہودیوں نے پورا خراج ادا کرنے سے بچنے کے لئے ایک ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ اپنی عورتوں کے زیور جمع کر کے ابن رواحہ کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ اگر تم ہمارا خراج کم کر دو تو یہ سب تمہاری نذر ہیں۔ ابن رواحہ نے فرمایا۔ "یہودیو! تم میرے نزدیک اللہ کی مبغوض ترین قوم ہو، تم نے اللہ کے رسولوں کو قتل کیا ہے اور خدا پر بہتان باندھے ہیں، رشوت حرام ہے، میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا!" یہودی ان کی دیانت پر حیران رہ گئے اور کہنے لگے، تم سچے ہو، اسی انصاف و دیانت پر زمین و آسمان قائم ہیں۔[10] مؤرخین کے متفقہ بیان کے مطابق حضرت ابن رواحہ مسلسل اہل خیبر سے خراج وصول کرنے پر متعین رہے۔ ایک مرتبہ ایک سرکش یہودی کی سرکوبی کے لئے تیس مجاہدین کے ساتھ خیبر پر چڑھائی کی اور اُسے قتل کر کے واپس آئے۔[11]

جمادی الاولیٰ سنہ آٹھ ہجری میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کی زندگی کا سب سے آخری اور اہم ترین واقعہ پیش آیا یعنی غزوہ موتہ۔ اس واقعہ کی تفصیلات تو کتب تاریخ میں محفوظ ہیں،[12] یہاں

٩۔ شرح شواہد المغنی، ص ٢٩٠، سیر اعلام النبلاء ١: ١٦٩۔ طبقات الشعراء، ص ١٨٦۔ سیرت ابن ہشام ۴: ١٣۔

١٠۔ سیر اعلام النبلاء ١: ١٧٠، الاصابہ ٢: ٢٩٩، مسند احمد ٣: ٣٦٧، طبقات الشعراء ص ٨٧، طبقات ابن سعد ٣: ٨٠۔

١١۔ شرح شواہد المغنی ص ٢٨٨، سیرت ابن ہشام ۴: ٢٦٦، الاصابہ ٢: ٢٨٨، سیر اعلام النبلاء ١: ١٦٩، کتاب المحبر ص ١١٩۔

١٢۔ تاریخ طبری ٣: ٣٦ تا ۴٢۔ الکامل لابن الاثیر ٢: ١٥٩ تا ١٦١، طبقات ابن سعد ٣: ٨٠، سیر اعلام النبلاء ١: ١٧٢۔

ان کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت ہے، البتہ مختصراً اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آپ نے دیگر شاہانِ وقت کی طرح ہرقل شاہِ روم کو بھی اسلام کی دعوت دی اور اس کے پاس اپنا قاصد بھیجا، جسے شرحبیل بن عمرو الغسانی نے اذیت دے کر شہید کر دیا، اس امر کی اطلاع جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ ادھر شہزادہ غسان کے اکسانے پر ہرقل شاہِ روم ایک لاکھ فوج لے کر عرب کی سرحد پر آن پہنچا، جہاں ایک لاکھ عرب قبائلی بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے[13]۔ آنحضرتؐ نے بھی مصلحت اسی میں دیکھی کہ کفار کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لئے انہیں آگے بڑھ کر سرحد پر ہی روکنا چاہیئے۔ چنانچہ تین ہزار جانبازوں کا لشکر تیار کیا اور اس کی قیادت حضرت جعفر طیارؓ کے سپرد فرمائی اور حکم دیا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو زید بن حارثہؓ کمان سنبھالیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ قیادت کریں۔[14]

لشکر اسلام نے جب دشمنوں کی تعداد کا جائزہ لیا تو دو روز تک غور و فکر کرنے کے بعد بعض اصحاب نے یہ رائے دی کہ دشمن کی تعداد کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینی چاہیئے اور آپ کی رائے پر عمل کرنا چاہیئے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لوگوں کے حوصلے بڑھاتے ہوئے کہا:۔

"اے لوگو! خدا کی قسم جس چیز سے تم خائف ہو وہ تو وہی چیز ہے جس کے لئے تم گھروں سے نکلے تھے، ہم تو شہادت کے طالب ہیں فتح و شکست سے بے نیاز ہیں۔ لوگو! ہم تعداد یا قوت پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ ہم تو اس دین کے بل بوتے پر لڑتے ہیں جس سے اللہ نے ہمیں سرفراز و سربلند فرمایا ہے، چلو آگے بڑھو۔ دو اچھائیوں میں سے ایک تمہارے لئے ضروری ہے، غلبہ یا شہادت۔"[15]

تمام فوج نے کہا، بخدا ابن رواحہ سچ کہتے ہیں، اور پھر فوج دشمن پر ٹوٹ پڑی اور صفوں کی صفیں الٹ دیں، جب جعفر طیار اور زید بن حارثہ شہید ہو چکے تو عبداللہ بن رواحہ نے علم بلند

۱۳۔ طبری۔ ۳ : ۳۲۔

۱۴۔ الاصابہ ۲ : ۲۹۹، سیر اعلام النبلاء ۱ : ۱۷۲، سیرت ابن ہشام ۲ : ۱۵۔

۱۵۔ سیرت ابن ہشام ۲ : ۱۷، حلیۃ الاولیاء ۱ : ۱۲۰۔

کر دیا اور یہ رجز پڑھنے لگے۔[۱۶]

(۱) یا نفس الا تقتلی تموتی — ھٰذا حمام الموت قد صلیت

(۲) وما تمنیت فقد اعطیت — ان تفعلی فعلھما ھدیت

(۱) اے نفس اگر تو مقتول نہیں تو مرے گا تو ہر حال میں اور اب تو تو موت کے میدان میں داخل ہو چکا ہے۔

(۲) تجھے جس چیز کی تمنا تھی وہ تجھے مل گئی اب اگر تو بھی جعفر اور زید کے نقشِ قدم پر چلے تو ہدایت پا جائے۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ گھوڑے سے اُترے اور گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالا۔ اتنے میں میدانِ جنگ سے لڑائی کی آواز سنائی دی، فوراً تلوار اُٹھائی اور دشمن پر ٹوٹ پڑے اور کشتوں کے پشتے لگاتے گئے، حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔[۱۷]

حضرت عبداللہ بن رواحہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے جو والہانہ عشق تھا اس کا پرتو آپ کے اقوال اور ارشادات کو حفظ کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں بھی جھلکتا دکھائی دیتا ہے، دوسرے صحابہ کرام کی طرح وہ بھی "گفتۂ او گفتۂ اللہ بود" پر ایمان رکھتے تھے، ایک مرتبہ رسولِ اکرمؐ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور ابن رواحہ نماز کے لئے مسجد کی طرف چلے آ رہے تھے۔ آپؐ کے منہ سے "اجلسوا" (بیٹھ جاؤ) کا لفظ نکلا جسے ابن رواحہ نے بھی سنا اور یہ خیال کیا کہ آپؐ سب کو بیٹھنے کا حکم دے رہے ہیں، مجھے بھی بیٹھ جانا چاہیئے کہیں آگے اُٹھنے والا قدم اطاعتِ رسولؐ سے انحراف و گستاخی نہ ثابت ہو۔ چنانچہ اسی جگہ مسجد سے باہر تپتی ہوئی ریت پر بیٹھ گئے۔ اس بات کا علم جب آنحضرتؐ کو ہوا تو آپ نے خوش ہو کر دعا دی کہ اللہ کے رسولؐ کی اطاعت میں برکت اور اضافہ ہو۔[۱۸]

حضرت ابن رواحہ اگرچہ حضورؐ کی زندگی ہی میں شہادت کی سعادت سے مشرف ہو گئے تھے اور

۱۶- شرح شواہد المغنی، ص ۲۸۸۔ الاصابہ، ۲ : ۲۹۹، حلیۃ الاولیاء، ۱ : ۱۲۱۔ الکامل لابن الاثیر ۲ : ۱۶۰۔

۱۷- سیرت ابن ہشام ۲ : ۳۷۹، خزانۃ الادب ۱ : ۳۶۳۔

۱۸- حلیۃ الاولیاء ۱ : ۱۱۹ تا ۱۲۰، سیر اعلام النبلاء ۱ : ۱۶۷، الاصابہ ۲ : ۲۹۹۔

انہیں حدیث نبوی کی اشاعت کا زیادہ موقع نہ مل سکا تھا۔ مگر جس شخص کا عشق رسول اور اطاعت اس درجے پر ہو وہ اس فرض سے غافل کیوں کر رہ سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے حدیث سنی اور دوسروں تک پہنچائی، جن میں جلیل القدر صحابہ بھی شامل ہیں جیسے حضرت نعمان ابن بشیرؓ، ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ اور اسامہ بن زیدؓ رضی اللہ عنہم۔ بعض تابعین نے بھی آپ سے بعض مرسل احادیث روایت کی ہیں جن میں عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، قیس ابن ابی حازم، عروہ بن زبیر، عطا بن یسار، عکرمہ، زید بن اسلم اور ابوسلمہ ابن عبدالرحمان بھی شامل ہیں۔ [۱۹]

حضرت عبداللہ بن رواحہ بڑے حاضر دماغ تھے اور قوی دلائل سے دوسروں کو لاجواب کر دینے کی صلاحیت رکھتے تھے، کیوں نہ ہو آخر وہ شاعر بھی تو تھے۔ شاعر اکثر حاضر جواب اور حساس ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ پڑھے لکھے بھی تھے۔ دورِ جاہلیت کے تاریک پردوں کے پیچھے رہنے والے معاشرے میں جو چند ایک پڑھے لکھے خوش نصیب مل جاتے تھے حضرت ابن رواحہ بھی انہی لوگوں میں سے ایک تھے۔ [۲۰]

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ نے ہمیں اپنی اپنی سواری پر ہی نماز پڑھنے کی اجازت فرمائی، ہم سب نے تو ایسے ہی کیا مگر ابن رواحہ اپنی سواری سے اترے اور زمین پر نماز ادا کی۔ آپ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہیں طلب فرمایا اور ساتھ ہی اپنے پاس موجود لوگوں سے کہا کہ دیکھنا یہ ابن رواحہ اپنی قوی دلیل پیش کر کے ہمیں لاجواب کر دے گا۔ جب وہ حاضر ہو گئے تو پوچھا: ابن رواحہ! میں نے سواریوں پہ ہی نماز پڑھنے کو کہا تھا مگر تم نے زمین پر اُتر کر نماز پڑھی؟۔ حضرت ابن رواحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو ایک ایسی گردن کی آزادی (مغفرت) کے لئے کوشاں ہیں جسے خدا نے پہلے ہی آزاد کر رکھا ہے (آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں) مگر میں ایک ایسی گردن کی آزادی کے لئے کوشاں ہوں جو ابھی تک آزاد نہیں ہو سکی، اب اگر میں زمین پر

۱۹۔ تہذیب التہذیب ۵: ۲۱۲؛ الاصابہ ۲: ۲۹۸؛ سیر اعلام النبلاء ۱: ۲۶۶؛ حلیۃ الاولیاء ۱: ۱۱۹ تا ۱۲۰۔

۲۰۔ سیر اعلام النبلاء ۱: ۲۶۶؛ الاصابہ ۲: ۲۹۸؛ شرح شواہد المغنی ص ۲۸۸۔

اُٹھ کر نماز ادا نہ کرتا تو کیا کرتا۔ اس پر آپؐ نے صحابہ سے کہا: میں نے تم لوگوں سے کہا نہ تھا کہ یہ اپنی طرف سے بھی بات قاطع لے کر آئے گا؟۔ ۲۱؎

حضرت ابن رواحہ کی حاضر جوابی اور بیدار مغزی کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے جو اپنے اندر دلچسپی کا پہلو بھی لئے ہوئے ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ایک لونڈی خرید رکھی تھی، مگر ان کی بھولی بھالی بیوی کو اس کا علم نہ تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے اس سے کہہ دیا کہ تیرے شوہر نے ایک لونڈی خرید رکھی ہے، اور وہ ابھی ابھی اس کے ساتھ کچھ وقت گزار کر واپس آ رہے ہیں۔ بیوی نے غصے اور ناراضگی کے ساتھ اپنے شوہر کا سامنا کرتے ہوئے کہا: "اچھا تو آپ اپنی آزاد بیوی کی نسبت ایک لونڈی کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور اسے ترجیح دیتے ہیں؟" حضرت ابن رواحہ نے اسے خوش کرنے اور غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے یونہی سر ہلا دیا اور وہ یہ سمجھی کہ آپ انکار کر رہے ہیں، اس لئے کہنے لگی یہ اچھا تو قرآن کی تلاوت کرو، کیونکہ حالتِ ناپاکی میں قرآن پڑھنا جائز نہیں، چنانچہ ابن رواحہ نے حاضر دماغی اور بدیہہ گوئی سے کام لیتے ہوئے فوراً آیاتِ قرآنی سے ملتا جلتا ایک شعر کہہ ڈالا اور بیوی نے اسے آیت سمجھ کر یقین کر لیا۔ شعر یہ ہے :۔

شھدت بان وعد اللہ حق　　وان النار مثوی الکافرینا

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور یہ کہ آگ ہی کافروں کا ٹھکانہ ہے۔

بیوی نے کہا اچھا ایک آیت اور سناؤ ابن رواحہ نے دوسرا شعر کہہ ڈالا :۔

وان العرش فوق الماء طاف　　وفوق العرش رب العالمینا

عرش پانی کے اوپر گرداں ہے اور عرش کے اوپر جہانوں کا پروردگار جلوہ افروز ہے۔

بیوی کہنے لگی " ایک اور" حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لمحہ بھر سوچ کر تیسرا شعر کہا :۔

وتحملہ ملائکۃ کرام　　ملائکۃ الالٰہ مقربینا

اور اس کو مکرم فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے مقرب (فرشتے) ہیں۔

یہ اشعار سن کر شعر و شاعری سے ناواقف سادہ دل خاتون کو یقین آگیا کہ واقعی ابن رواحہ کوئی

۲۱۔ شرح شواہد المغنی ۲۸۹، الاصابہ ۲: ۲۹۸، سیر اعلام النبلاء ۱: ۱۶۷۔

نئی سورت تلاوت کر رہے ہیں جو ابھی تک وہ نہیں سن سکی اور کہنے لگی "میں اللہ پر ایمان لاتی ہوں، بدگمانی کو ترک کرتی ہوں اور آپ کو سچا سمجھتی ہوں کیوں کہ کتاب اللہ کی تلاوت میرے اور آپ کے معاملہ میں فیصلہ کن حکم ہے" ۲۲

حضرت ابن رواحہ نے یہ واقعہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ بہت محظوظ ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: بخدا یہ ایک دلچسپ تعریض ہے۔ ابن رواحہ خدا تمہاری مغفرت فرمائے، تم لوگوں میں بہتر وہی لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ ۲۳

مندرجہ بالا تین اشعار جہاں حضرت عبداللہ بن رواحہ کی حاضر جوابی اور بدیہہ گوئی کا ثبوت پیش کرتے ہیں وہاں ان کی قرآن شناسی اور اسلوب قرآنی سے متاثر ہونے کی بھی واضح دلیل ہیں، عہد نبوت کے عرب شعراء نے قرآن کی تعلیمات اور اسلوب سے زبردست اثر قبول کیا ہے۔ ابن رواحہ کے یہ اشعار سادہ، آسان اور عام فہم انداز میں ہیں اور ان میں وہ لفاظی بھی نہیں ہے جو عرب شعراء کا خاصہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان میں فصاحت و بلاغت کی چاشنی اور سلاست و روانی بھی کمال درجے کی ہے، ایسے اسلوب کو عربی نقد و بلاغت کی اصطلاح میں "سھل ممتنع" کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن رواحہ کی شاعری پر گفتگو سے پہلے مختصر طور پر ان آثار کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو اُن کے بارے میں محفوظ ہیں۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ابن رواحہ سے بہت محبت تھی اور ان پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ انہیں خیبر کے خراج پر متعین فرمایا، بدر صغریٰ کے موقع پر انہیں مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا، اور پھر بدر کبریٰ میں فتح کی بشارت دے کر انہی کو مدینے بھیجا۔ آپ نے ایک موقع پر ان کے بارے میں فرمایا۔ "ابن رواحہ پر اللہ کی رحمت ہو انہیں وہ مجالس پسند ہیں جن میں شامل ہونا ملائکہ کے لئے بھی قابل فخر ہے" ۲۴ حضرت ابو الدرداء، جو ان کے سوتیلے بھائی تھے، کا بیان ہے کہ جب شدت کی گرمی

۲۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱: ۱۷۱، شرح شواہد المغنی ص ۲۹۱، الاصابہ ۲: ۲۹۹۔

۲۳۔ شرح شواھد المغنی ص ۲۹۲۔

۲۴۔ الاصابہ ۲: ۲۹۹، سیر اعلام النبلاء ۱: ۱۶۷، طبقات ابن سعد ۳: ۸۰۔

دا ... ان ہم سفر پر ہوتے تو ہم میں صرف دو روزہ دار ہوتے تھے۔ ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے عبد اللہ بن رواحہ۔ [۲۵]

ابن سعد نے انہیں بدری صحابہ سابقین اوّلین کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے[۲۶]۔ محمد بن سلام کا قول ہے کہ ابن رواحہ اپنی قوم میں عظیم المرتبت اور زمانہ جاہلیت میں بنو خزرج کے سردار تھے اور وہ جس طبقہ شعراء سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سرداری اور قیادت کے لحاظ سے کوئی بھی ان کا ہم پلہ نہیں تھا، جب اسلام آیا تو وہ اس کے مخلص فدائی اور پیغمبر اسلام کے سچے جاں نثار ساتھی بن گئے اور آپ کی نظر میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ [۲۷]

افسوس کی بات یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ اگرچہ بڑے پائے کے شعراء میں سے تھے اور انھوں نے شعر و شاعری کے اس معرکے میں بڑا اہم کردار ادا کیا جو ہجرتِ نبوی کے بعد مکہ اور مدینہ کے شعراء کے درمیان برپا ہوا تھا۔ مگر ان کا کلام مرتب شکل میں نہیں ملتا اور بہت کچھ ضائع بھی ہو چکا ہے لیکن ان کے بہت سے اشعار ابھی تک تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں انہیں جمع کر کے بلاشبہ ان کا دیوان تیار کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابن رواحہ کی شاعری کے موضوعات میں سے ایک خزرج اور بنو اوس کے درمیان وہ منافرت اور مفاخرت ہے جو زمانہ قبل اسلام میں موجود تھی اور وہ بنو اوس کے شاعر قیس بن الخطیم کا مقابلہ اور معارضہ کیا کرتے تھے[۲۸]۔ اسلام لانے کے بعد انھوں نے اپنی شاعری مدحِ رسولؐ، اسلام کے دفاع اور قریش مکہ کی ہجوؤں کا جواب دینے کے لئے وقف کر دی۔ ان کی شاعری رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور آپؐ کے عہد کے تاریخی واقعات کی تصویر پیش کرتی ہے۔

بعثتِ نبوی کے وقت جزیرہ نما عرب میں بدوی (دیہاتی یا صحرائی) اور حضری (شہری) شعراء کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ شہری شعراء میں سے پانچ شاعر شہر یثرب (جو بعد میں مدینۃ النبی

۲۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱: ۱۶۷۔
۲۶۔ طبقات ابن سعد ۳: ۵۲۹۔
۲۷۔ طبقات الشعراء ص ۱۸۶۔
۲۸۔ شرح شواہد المغنی ص ۲۹۱۔

اور المدینۃ المنورۃ کے نام سے مشہور ہُوا) کے تھے۔ ان میں سے تین بنو الخزرج سے اور دو بنو اوس سے تھے۔ بنو اوس کے دونوں شاعر قیس ابن الخطیم اور ابو قیس بن اسلت ہیں جو عہدِ نبوت پانے اور آپؐ کی زیارت سے مشرف ہونے کے باوجود صحابی کا درجہ حاصل کرنے سے محروم رہے[۲۹]۔ مگر بنو خزرج کے تینوں شعراء حضرت حسان ابن ثابتؓ، کعبؓ بن مالک اور عبداللہ بن رواحہؓ جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوئے اور شعرائے رسول ہونے کا فخر حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت محمد ابن سیرین کا قول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شعراء تین تھے۔ ابن رواحہ، حسان اور کعب[۳۰]۔ یہ تینوں شاعر قریشِ مکہ کی ہجو کا جواب دیتے تھے، حسان اور کعب تو شعرائے مکہ کی طرح اپنے جنگی کارنامے اور فضائل بیان کرتے، مگر ابنِ رواحہ انھیں کفر و شرک پر عار دلاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام لانے سے قبل تو حسان اور کعب کے اشعار قریشِ مکہ کو چبھتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد ابن رواحہ کا کلام ان کی ندامت اور شرمندگی کا باعث بن گیا۔[۳۱]

اس میں شک نہیں کہ ان تینوں شعراء میں جو مقام حضرت حسان بن ثابت کو حاصل ہُوا وہ دوسرے دو صاحبوں کو نصیب نہیں ہو سکا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں کے سپرد جو کام تھا وہ بڑا کٹھن اور نازک تھا۔ ان کے سپرد ایک ایسی قوم کی ہجو گوئی تھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی قوم تھی اور ضرورت اس بات کی تھی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ چنانچہ اس میدان میں صرف حضرت حسان کامیاب ہوئے جنہوں نے آپؐ سے یہ عرض کر دیا تھا کہ میں آپؐ کو یوں بچا لوں گا جس طرح آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔[۳۲]

ایک دفعہ آپؐ نے ابن رواحہ کو مسجد نبوی میں بلا کر مشرکین کی ہجو کا جواب دینے کو کہا اور انہوں نے فی البدیہہ ایک قصیدہ کہا۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے :

۲۹۔ المرزبانی ص ۱۹۶، طبقات الشعراء ص ۱۸۹، خزانۃ الادب ۱ : ۳۲۶۔

۳۰۔ سیر اعلام النبلاء ۱ : ۱۶۹، شرح شواہد المغنی ص ۲۹۰۔

۳۱۔ سیر اعلام النبلاء ۱ : ۱۶۹۔ ۳۲۔ طبقات الشعراء ص ۱۸۰۔

فثبت اللّٰه ما آتاک من حسن کالمرسلین ونصرا کالذی نصروا

(خدا نے آپ کو جو محاسن عطا کئے ہیں انھیں ثابت و باقی رکھے جس طرح اس نے دوسرے انبیاء کے ساتھ کیا۔ اور جس طرح دوسروں کو اپنی نصرت سے نوازا، اسی طرح آپ کو بھی نوازے)

اس پر حضور اکرم صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے انہیں "سید الشعراء" کا خطاب دیتے ہوئے ان کے لئے دعا کی کہ:

"خدا انھیں بھی ثابت قدم رکھے"[۳۳]

"جمھرۃ اشعار العرب" کے مصنف نے سات مختلف عنوانات کے تحت عرب کے بہترین قصائد کا انتخاب درج کیا ہے۔ ان میں سے چوتھا عنوان "المذھبات" (آب زر سے لکھے ہوئے قصائد) ہے، ان میں تیسرا "مذھبہ" حضرت عبداللّٰہ ابن رواحہ کا ہے۔[۳۴] جو ۲۲ اشعار پر مشتمل ہے۔

۳۳۔ شرح شواھد المغنی ص ۱۸۹، سیر اعلام النبلاء ۱/۱۶۹، طبقات الشعراء ص ۱۸۸۔

۳۴۔ جمھرۃ اشعار العرب ص ۲۳۹۔